سوال وجواب

"امامت و امارت" کا غلط استعمال

لائل پور سے شیخ مبارک علی صاحب دریافت فرماتے ہیں کہ :

پاکستان میں بہت سی انجمنوں کے صدر اور جماعتوں کے رئیس "امیر" کے لفظ سے یاد کئے جاتے ہیں۔ پاکستان کی اسلامی جمہوری مملکت میں اب ہمیں یہ لفظ کچھ کھٹکنے لگا ہے۔ آپ براہِ کرم شرعی اور لغوی حیثیت کو مدِ نظر رکھ کر بیان فرمائیں کہ لفظ امیر یا خلیفہ یا امام کا استعمال کسی رئیس جماعت یا صدر انجمن کے لئے درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جہاں تک ہمیں یاد آتا ہے ثقافت نے کسی گزشتہ پرچے میں اسی قسم کے ایک سوال کا مختصر جواب دیا جا چکا ہے۔ اُن صاحب نے غالباً یہ سوال کیا تھا کہ اولی الامر منکم سے کون لوگ مراد ہیں؟ آپ کا سوال بھی ان صاحب کے سوال سے ملتا جلتا ہے اس لئے ہم قدرے تفصیل سے اس کا جواب دیتے ہیں :

مسلمانوں کی سیاسی رہبری و قیادت کرنے والے کے لئے آیات و احادیث میں کئی لفظ آئے ہیں مثلاً: خلیفہ، امام، امیر، والی، عامل وغیرہ۔ ان میں سے ہر لفظ کے مختلف اطلاقات ہوتے ہیں اور ہر اطلاق کے لئے احکام بھی الگ الگ ہیں جس طرح "رسول" کا اطلاق ہر بھیجے ہوئے پر صحیح ہے اسی طرح ہر نیابت کو خلافت اور ہر تقدم کو امامت اور ہر حکم کرنے والے کو امیر بھی کہہ سکتے ہیں۔ لیکن ان الفاظ کا اصطلاحی مفہوم بھی ہے یعنی اہلِ اسلام کا امیر یا امام وہ راہنما ہے جو دینی بنیادوں پر سیاسی رہنمائی کرے اور اس کے ہاتھ میں امر (LAW AND ORDER) کی تنفیذی قوت ہو جسے فقہی اصطلاح میں "ملزم" بھی کہتے ہیں۔ ملزم کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس کے فیصلے یا حکم سے کوئی سرتابی کرے تو وہ اسے جرمانے یا قید کی یا اور کوئی جسمانی سزا حتیٰ کہ سزائے موت بھی دے سکے۔ اس کا اپنا قانون اور اپنا سکہ چلتا ہو۔ اور اپنی فوجی طاقت رکھتا ہو مختصر یہ ہے کہ وہ حکومت کے اختیارات رکھتا ہو۔

یوں تو ہر دور میں مشائخ و صوفیہ کے "خلفا" ہر طرف اسلامی اسپرٹ کے ساتھ پھیلے رہے ہیں لیکن جو احکام اصطلاحی خلفاء کے ساتھ وابستہ ہیں وہ ان خلفائے مشائخ پر چسپاں نہیں کئے جا سکتے۔ اسی طرح جو احکام اصطلاحی امام کے متعلق وارد ہوئے ہیں ان کو نماز کے امام یا تسبیح کے امام یا کسی فن کے امام کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ یہ ایسا ہی ہوگا کہ ایک شخص آ کر کہے کہ مجھے فلاں شخص نے آپ کے پاس بھیجا ہے لہٰذا عربی لغت کے اعتبار سے میں "رسول" ہوا

اور چونکہ قرآن میں آیا ہے کہ :
اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول۔ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو
اس لئے آپ پر میری اطاعت فرض ہوئی۔

مگر آپ کو یہ سُن کر تعجب ہوگا کہ مغربی پاکستان میں ماشاء اللہ پانچ پانچ امارتیں متوازی چل رہی ہیں۔ کچھ تنظیمیں اور بھی ہیں مثلاً مسلم لیگ، اسلام لیگ، غریب لیگ، عوامی لیگ وغیرہ لیکن جہاں تک ہمیں علم ہے ان میں سے کسی نے خلیفہ، امیر یا امام یا والی وغیرہ کا لفظ اپنے لئے نہیں رکھا ہے۔ البتہ اوّل الذکر پانچوں جماعتوں نے اپنے رئیس یا صدر کے لئے امیر ہی کا لفظ پسند فرمایا ہے۔ ان میں سے کئی ایک تنظیموں کے متعلق ہمیں علم ہے کہ اپنے اندر نظام اطاعت قائم کرنے کے لئے ان ہی آیات واحادیث کو استعمال کیا ہے جو اصطلاحی امام وامیر کے لئے وارد ہوئی ہیں۔ بعضوں نے تو یہ بھی تصریح کردی ہے کہ ہمارا امیر اصطلاح معروف کے معنوں میں نہیں ہے۔ یہ بلا شبہ ایک دیانت دارانہ اظہارِ حقیقت ہے اور قابلِ قدر ہے لیکن یہ ظاہر کرنے کے بعد پھر ان ہی آیات واحادیث کو جو اصطلاحی امیر وامام کے لئے ہیں اپنے لئے استعمال کرنا ابلہ فریبی ہے۔ اس کی کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ وہ لفظ استعمال کیا جائے جس کے مختلف پہلو ہوں، پھر بادی النظر میں اس کے معنی کچھ اور سمجھے جائیں اور اپنے دل میں اس کا مطلب کچھ اور ہو؟ جب اپنی اطاعت کرانی ہو تو آیات واحادیث کا غلط استعمال کرلیا جائے اور جب کسی کو شبہ پیدا ہو تو یہ جواب دے دیا جائے کہ ہم باصطلاح معروف امیر نہیں ہیں۔ کیوں نہ ایسا واضح لفظ رکھا جائے جس میں اس قسم کا ایچ پیچ ہی نہ ہو؟

احادیث میں امام کی بڑی عمدہ تعریف یوں آئی ہے کہ :
الامام جُنَّۃٌ یُقاتل من ورائہ و یتقی بہ۔ (رواہ الشیخان عن ابی ہریرہ) امام ایک سپر ہے جس کی پناہ میں جنگ کی جاتی ہے اور جس کی مدد سے بچاؤ ہوتا ہے

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دشمنوں سے جنگ نہیں کرسکتا اور اپنی رعایا کو ظلم سے نہیں بچا سکتا تو وہ اور سب کچھ ہوسکتا ہے لیکن خلیفہ امام یا امیر وغیرہ نہیں ہوسکتا۔ وہ اگر امام ہو تو تسبیح کا امام ہوسکتا ہے کسی فن کا امام ہوسکتا ہے، نماز کا امام ہوسکتا ہے لیکن تنفیذی قوت کے بغیر نہ وہ امام واجب الاطاعت ہوسکتا ہے اور نہ اسے یہ حق پہنچتا ہے کہ جو آیات واحادیث اصطلاحی امام کے لئے وارد ہوئی ہیں ان کو اپنی اطاعت کے لئے استعمال کرے۔

اگر مٹی کا شیر بنا ہو تو اسے شیر ہی کہیں گے۔ لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ شیر سے بھاگنے کا حکم ہے لہٰذا اس شیر سے بھی بھاگو۔ بالکل اسی انداز کا یہ دعوٰی ہے کہ ہم باصطلاحِ معروف تو امیر وامام نہیں ہیں لیکن چونکہ قرآن وحدیث میں اولی الامر کی اطاعت کا حکم آیا ہے لہٰذا میری اطاعت تم سبھوں پر واجب ہے۔
ایک بات یہ بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ "امر" کے معنی وعظ کہنے کے نہیں ہیں۔ اس کے معنی ہیں حکم دینا اور اس کا

وہی مفہوم ہے جو LAW AND ORDER کا ہے۔ اطاعت "امر" ہی کی ہوتی ہے۔ اس لئے جب تک قوتِ حاکمہ نہ حاصل ہو اس وقت نہ امر ہو سکتا ہے نہ اطاعت کا کوئی سوال پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مکّی زندگی میں حضورؐ نے کوئی نظامِ امارت نہیں قائم کیا اور کسی کو امیر و امام نہیں بنایا۔ لوگ معلم ہوئے، قاری ہوئے، نقیب ہوئے لیکن کوئی بھی مکّی زندگی میں امیر یا امام یا خلیفہ نہیں کہا گیا۔ بلکہ اس سے بھی آگے خود مدنی زندگی میں بھی صرف ان ہی کو امیر کہا گیا جن کے سپرد کہیں کی حکومت کی گئی۔ صرف تبلیغ و تعلیم کرنے والے لوگوں کو وہاں مدنی زندگی میں بھی امیر نہیں بلکہ نقیب، قاری، معلم وغیرہ کہا گیا۔ حضورؐ کے اس طرزِ عمل سے صاف واضح ہوتا ہے کہ امارت ہوتی ہی ہے سیاسی اقتدار اور قوت آنے کے بعد۔

شاید آپ کو یہ سن کر تعجب ہو گا کہ حکمِ اطاعت کی جتنی آیات ہیں وہ سب کی سب مدنی ہیں۔ ایک بھی مکّی نہیں۔ کیونکہ مکّی زندگی میں سیاسی اطاعت کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ وہاں تو صرف خوش دلانہ اور رضا کارانہ اتباع تھا۔ اطاعت کی آیات اس وقت نازل ہوئیں جب مدنی زندگی شروع ہوئی اور ایک نظامِ امارت و حکومت یا اسٹیٹ کی بنیاد پڑی۔ ہیئتِ حاکمہ کے بغیر نہ امارت کوئی شے ہے نہ اطاعت کے کوئی معنی ہیں۔

یوں اطاعت کرنے کو تو بیوی اپنے شوہر کی اطاعت کرتی ہے، اولاد اپنے والدین کی، شاگرد اپنے اُستاد کی، مرید اپنے پیر کی، نوکر اپنے آقا کی اطاعت کرتے ہیں لیکن ان میں کسی کو امیر یا امام یا خلیفہ نہیں کہا جا سکتا اور نہ ان کی اطاعت کے لئے وہ آیات و احادیث پیش کی جا سکتی ہیں جن میں اطاعت امیر و امام کا حکم دیا گیا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ جہاں اسلامی نظامِ امارت موجود نہ ہو وہاں یہ نظام قائم کرنے کی جدوجہد مسلمانوں پر فرض ہے اور مسلمانوں کی ایسی تنظیم کے صدر کا خوش دلانہ اتباع کرنا ضروری ہے۔ تمام مسلمانوں کو اس تنظیم کا ساتھ دینا چاہیئے، بشرطیکہ وہ تنظیم اسلامی بنیادوں پر چلائی جا رہی ہو لیکن ہیئت حاکمہ قائم ہونے سے پہلے اور اصطلاحی امارت قائم ہونے سے قبل ہی اپنے آپ کو فرمانروا، حاکم، امیر، والی، امام، یا خلیفہ قرار دے کر مسلمانوں کو اپنی اطاعت کی دعوت دینا ایک بڑا مقدس دینی دھوکا ہے۔ اگر کوئی ایماندار شخص وزیرِ اعظم بننے کی تیاری کر رہا ہے تو مسلمانوں کو اس کی تیاری میں جان و دل سے ساتھ دینا چاہیئے لیکن کامیاب ہونے سے پہلے ہی اپنے آپ کو وزیرِ اعظم سمجھ لینا یا اس کا دعوےٰ کرنا اور وزیرِ اعظم ہی کی طرح فرامین جاری کرنا صرف دینی دھوکا ہی نہیں بلکہ ایک ایسا قومی، سیاسی، ملکی اور قانونی جرم بھی ہے جو کسی مملکت میں بھی قابلِ معافی نہیں۔

اپنا قانون نہیں، اپنی کرنسی نہیں، اپنا علم نہیں، اپنی فوج نہیں، اپنی عدالت نہیں، اپنی قوتِ تنفیذ نہیں تو امارت کیسی؟ اور جب امارت نہیں تو کسی مسلمان کو الگ سے دعوتِ اطاعت کیسی؟

پاکستان کی مملکت اگر غیر مسلم مملکت ہے تو یہاں قطعاً ایسی تنظیم ہونی چاہیئے جو اپنا رسوخ و اقتدار پیدا کر کے اس حکومت کا تختہ اُلٹ دے اور تمام مسلمانوں کو ایسی تنظیم کا ساتھ دینا چاہیئے مگر لفظ امارت کا استعمال پھر بھی غیر

شرعی ہوگا۔ اور اگر یہ کوئی اسلامی مملکت ہے تو ایک مملکت میں پانچ پانچ مزید اطاعتیں اور امارتیں کیسی؟ تخلیں تو بیسیوں ایک ساتھ چل سکتی ہیں لیکن ملکی قانون ایک ہی ہوگا، امارت ایک ہی ہوگی، اطاعت ایک ہی ہوگی، حکومت ایک ہی ہوگی۔ جہاں دو متوازی حکومتیں دینی اور سیاسی جرم ہیں وہاں پانچ پانچ متوازی امارتوں کی کوئی شرعی وعقلی توجیہ ممکن نہیں۔ ہماری مخلصانہ رائے ہے کہ ان تمام جماعتوں کو اپنے دعاوی امارت ترک کر دینے چاہئیں اور اطاعتِ امارت کی آیات واحادیث کو اپنے لئے استعمال کرنے کی ابلہ فریبی سے بھی باز آجانا چاہئے۔ لفظ امیر یا امام کو EXPLOIT کرنے کا اب کسی کو حق نہیں پہنچتا۔ اگر ہم اس لفظ کو چند تاویلات کے ساتھ آج گوارا کر لیتے ہیں تو کل ہمیں "خلیفۃ المسلمین" کے لفظ کو بھی بلکہ "نبی ورسول" کے لفظ کو بھی بے مغز توجیہات وتاویلات کے ساتھ گوارا کرنا پڑے گا۔ اسلام کے نام لیواؤں کو غیر اسلامی اصطلاح وضع کر کے پھیلانے سے پرہیز کرنا چاہئے اور خود اسلامی حکومت کا بھی فرض ہے کہ اس طرح کی شرعی اصطلاحات کو غلط تصرفات معنوی کی زد میں آنے سے محفوظ رکھے اور "صدر انجمن" کو امیر و امام و خلیفہ کہے جانے سے باز رکھے۔

ایک تیسری شکل یہ ہے کہ مملکت تو اسلامی ہو لیکن حکومت فسّاق اور نا اہلوں کی ہو۔ اس کا علاج یہ ہے کہ آئینی طریقوں سے اہلیت وصلاحیت رکھنے والے لوگ اس پر قبضہ کریں اور قوم ان کا ساتھ دے لیکن اس صورت میں بھی امام، امیر اور "خلیفہ" وغیرہ کا غلط استعمال ترک کرنا شرعاً، اخلاقاً اور قانوناً واجب ہے کیونکہ اس کا صاف مطلب متوازی حکومت کا اعلان ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی صاحب اپنے آپ کو گورنر، وزیر اعظم اور رئیس مملکت وغیرہ کہنا شروع کر دیں۔

(محمد جعفر)

افکار غزالی

مصنفہ مولانا محمد حنیف ندوی

قیمت پانچ روپے

افکار ابن خلدون

مصنفہ مولانا محمد حنیف ندوی

قیمت تین روپے آٹھ آنے

اسلام کا معاشی نظریہ

مصنفہ محمد مظہر الدین صدیقی

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

اسلام کا نظریۂ اخلاق

مصنفہ محمد مظہر الدین صدیقی ایم۔ اے

قیمت ایک روپیہ بارہ آنے

ملنے کا پتہ: سکریٹری ادارہ ثقافت اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور